International Research Journal of Religious Studies, Vol.:3, Issue: 02,July-Dec 2023 PP: 168-176

OPEN ACCESS
IRJRS
ISSN (Online): 2959-1384
ISSN (Print): 2959-2569
www.irjrs.com

حسن ازل کا جمالیاتی اظہار اور اقبال کا نظریہ حسن ازل

THE AESTHETICAL EXPRESSION OF THE ULTIMATE BEAUTY AND IQBAL'S CONCEPTION OF BEAUTY

Bushra Sheereen
Assistant Professor Kinnaird College Lahore.
Email: bushrasheereen99@gmail.com
https://orcid.org/0009 - 0009- 4387- 3542

Abstract

Beauty and aesthetic senses are scattered in entire universe which proves the power of connectivity between Allah Almighty and His creatures. Classic philosophers considered God as the icon of beauty and charm; similarly the divine and manmade religions also presented aesthetic experiences and pleasures while focusing around the philosophy of beauty. According to Islam, Allah is beautiful and He created his all creatures in a very beautiful and careful way, although in all visible and hidden phenomenons in the universe, Allah has placed signs for those of understanding. The present research work is focusing on the expression of aesthetic sense in the light of Iqbal's poetry which presents the uniqueness of beauty. As Iqbal said that Touheed is more than beauty and he believes that having faith in the oneness for Allah Almighty in Islam is the centre of all aesthetic senses of the universe. The current study is conducted in descriptive style while using primary and secondary sources e.g. Holy Quran, books written by Allama Iqbal and articles etc. Iqbal's poetry is universal in the sense that he discussed every phenomenon according to the Islamic layers and teachings and he also connected beauty with the oneness of Almighty which is the manifestation of the charm of the world.

Key Words*: Aesthetic sense, Iqbal, Poetry, Beauty, Universe.*

CC BY

موضوع کا تعارف

انسان ہمیشہ ان دیکھی چیزوں کے بھی خوف میں مبتلا ہو جانے کا عادی ہے وہ جب سے اس دنیا میں آیا ہے اپنے اردگرد مظاہر فطرت دیکھ کر حیرت میں مبتلا ہے۔ صبح کے وقت طلوع ہونے والا سورج اور اس سورج سے آسمان کی بدلتی رنگت دیکھ کر وہ حیران رہ جاتا ہے۔ شام ڈھلے غروب آفتاب کے وقت آسمان پر صبح کی نسبت ایک الگ رنگ کی دنیا دیکھ کر وہ پھر سے حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس وقت اس کی حیرت اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہے جب وہ ان مظاہر فطرت کو باقاعدگی کی لڑی میں پرویا ہوا دیکھتا ہے۔ اس طرح نظام شمسی، چاند کے روپ، ستاروں کا غبار، کہکشاں کا جھرمٹ۔ اس کو اس کائنات کے اندر جہاں وقت کا تصور دیتا ہے وہاں اس کو "خوبصورتی" اور "حسن "Beauty سے روشناس کرواتا ہے۔ ان اشیاء کے بارے میں جن کی اطلاع اسے اس کے حواس دیتے ہیں وہ غور کرتا ہے، تفکر کرتا ہے اور کسی نتیجے پر پہنچنے کی سعی پیہم میں مشغول رہتا ہے اور انجانی قوت کہ جو اپنی ذات میں حسین بھی ہے، مکمل بھی ہے اور قادر بھی ہے، کے بارے میں سوچنے لگتا ہے، اس کے برعکس انسانوں کا ایک گروہ ایسا بھی ہے کہ جو اس کائنات کے نظام کے پیچھے کسی بھی ماورائی ہستی کی کارفرمائی سے انکاری ہے۔ قاضی قیصر الاسلام "فلسفے کے بنیادی مسائل" میں لکھتے ہیں:

"انسانی تہذیب کے ہر دور میں ایسے انسان آتے رہے جنہوں نے خدا کے بارے میں اپنے خیالات کا کچھ نہ کچھ اظہار ضرور کیا ہے اور ساتھ ہی ایسے لوگ بھی ہر دور میں ضرور ہوا کرتے ہیں جو اس طرح کے عقائد کے استناد پر سوال اٹھاتے رہتے ہیں۔ لہٰذا خدا کے معتقدین اس سلسلے میں مختلف شواہد پیش کرتے رہتے ہیں کہ خدا موجود ہے۔"[1]

مختلف مذاہب اپنے خدا کا ایک حسین و جمیل، مقدس، معزز ہستی کا تصور رکھتے ہیں۔ خدا کے وجود کے بارے میں فلاسفر، ماہر جمالیات، ماہر دینیات مختلف دلائل دیتے ہیں جنہیں تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

"اول وہ دلائل جن کا تعلق نظام فطرت کی عمومی نوعیت سے ہے۔

دوئم وہ دلائل جو مشہور بالذات اصول اولیہ کے طور پر قبل از تجربی ہیں۔

تیسرے قسم کے دلائل کی نوعیت مذہبی لوگوں کے اخلاقی تجربوں سے مختص ہے۔"[2]

فلسفیوں کے ہاں خدائے مطلق کے خدا کے تصور پر غور کرتے ہیں تو وہاں بھی ہمیں "خدا حسن و خوبی کے منبع" کی صورت میں ہی ملتا ہے۔

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر اپنی کتاب آرزوئے حسن میں "حسن الٰہی" کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"حسن الٰہی اسے حسن حقیقی بھی کہتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حقیقت میں الحسن والحق اور الحی القیوم ہے اور حسن ہی اس کی جمال و جلال، حیات و قیومیت، نور و خوشبو، عظمت و کبریائی اور قدوسی و جبروت وغیرہ وغیرہ جنہیں

انسان کی نسبت سے صفات حسنہ یا اسماء حسنیٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ذات الٰہی کے اعیان ہیں، اور اس کے حسن یا ذات کی طرح قدیم ہیں۔"[۳]

اس عبارت میں مصنف نے جمالیات کے دائرہ کار میں آنے والے تمام موضوعات اور مضامین کو خدائے بزرگ و برتر سے وابستہ کر دیا ہے۔ ان کے خیال میں نہ صرف یہ کہ جمال اور جلال، نور و خوشبو، عظمت و کبریائی خدائے واحد کی صفات ہیں اور اپنی اصل میں اسی سے وابستہ ہیں اور اسی کو زیبا ہیں۔ بلکہ کائنات میں جتنے حسین مناظر ہیں، خواہ وہ پہاڑوں پہ جھکے بادل ہیں، آسمان پر چھانے والی گھٹا ہے یا برف کو توڑ کر نکلنے والی گھاس ہے یا تیرہ شبی میں روح تک ٹھنڈک کا احساس دلاتی دودھیا نیلی چاندنی ہے یا گرم دوپہر میں برستی کن من گرتی بارش ہے یا پوری آب و تاب کے ساتھ چمکتا دمکتا آفتاب عالم تاب ہے۔ سب خدا کے حسن اور جلال و جمال کا ایک مہین سا عکس لیے ہیں۔ انسان جب ان مظاہر کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان کے حسن سے لطف اندوز ہوتا ہے اور خدا کی تخلیق کو سراہتا ہے تو اس کے اس مشاہدے کو کہ جس میں معروض کی تعریف بغیر کسی تحسین، بغیر کسی افادی مقصد کے کی جائے جمالیاتی مشاہدہ کہلاتی ہے۔ اور جمالیاتی مشاہدہ Aesthetic Experience سے مراد ہے:

"حسن کا مشاہدہ ہے، جمالیاتی مشاہدہ عام طور پر سامعہ باصرہ اور قلب کے ذریعے کیا جاتا ہے، اور اس سے جمالیاتی ثروت ملتی ہے اور جمالیاتی ذوق کی تسکین ہوتی ہے۔"[۴]

لہٰذا جمالیاتی مشاہدہ اگرچہ اپنی حقیقت میں جمالیاتی تجربہ ہے۔ مگر مصنف کے نزدیک یہ اپنی اصل میں ادھورا یا نامکمل بھی ہے۔ جمالیاتی مشاہدہ کیسے ادھورا رہ جاتا ہے اس کے لیے جمالیات کے معنی تحریر کرنا ازبس ضروری ہیں۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر "فلسفۂ حسن" میں جمالیات کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

"جمالیات (Aesthetics) میرے نزدیک یہ حسن و فن کا علم اور نظری و عملی فلسفہ ہے جسے مغربی علمائے جمالیات عموماً Philosophy of Beautiful یعنی فلسفۂ زیبا یا خوبصورت اشیاء کا فلسفہ کہتے ہیں۔ میری رائے میں اس کا مقصد حسن و فن کے حقائق و معارف اور صفات و اقدار کو معلوم کرنا ہے تاکہ ہم اپنی دنیا اور زندگی کو حسین بنائیں اور عالم انفس و آفاق اور عالم دہر و لامکاں کے حسن، نیز جمال الٰہی سے جمالیاتی سرور و سوز حاصل کریں اور اپنے آپ کو اہل حسن و سرور بنائیں۔"[۵]

گویا جمالیاتی مشاہدہ، جمالیات کا صرف ایک حصہ ہے، ایک زاویہ ہے کہ جس سے انسان حظ اٹھا سکتا ہے۔ علمائے جمالیات نے جمالیاتی حظ کی بھی تعریف یوں بیان کی ہے، جمالیاتی حظ سے مراد Aesthetic Pleasure ہے یعنی جمالیاتی مسرت۔

"جمالیاتی مشاہدے سے حاصل ہونے والی خالص لذت و حلاوت ہے جو خاص کر جنسی تلذذ سے پاک ہو۔"[۶]

اگرچہ جمالیاتی مشاہدہ، شاہد کے لیے جمالیاتی حظ کا باعث بنتا ہے۔ مگر حقیقی حسن اپنی مکمل صورت میں آشکار نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ بصری حسن کے ساتھ "قلب" کی تال میل ہے۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، "آرزوے حسن" میں لکھتے ہیں کہ رب جلیل نے انسان کو نور حسی کے علاوہ نور قلبی بھی ودیعت کیا ہے جس کے ذریعے وہ حسن حقیقی کا صوری و معنوی ہر رنگ میں مشاہدہ کر سکتا ہے۔ اس کے لیے وہ تین شرائط بیان کرتے ہیں۔

اول: نور قلبی کے نشوو ارتقاء کا مرحلہ مکمل ہو چکا ہو۔

دوم: اس کی آرزوئے حسن سچی اور حرکی ہو اور اپنے کمال کو پہنچ چکی ہو۔

سوم: رب جلیل کی مشیت میں اُسے اپنی دید سے فیضیاب کرنا ہو۔[۷]

گویا حقیقی حسن کا نظارہ کرنے کے لیے محض چشم مادی کافی نہیں بلکہ ایسے قلب کی ضرورت بھی ہے کہ جو دنیاوی آلائشوں سے پاک ہو نہ صرف یہ بلکہ اس کے اندر حُسن کی کھوج، اس کو پہچان لینے کی خواہش موجود ہو اور متحرک ہو، متزلزل نہ ہو بلکہ قائم و دائم ہو۔ حقیقی حسن کا مشاہدہ صرف اسی صورت ہو سکتا ہے۔ کائنات کے حسن کا مشاہدہ اور حسنِ ازل، حُسن باری تعالیٰ کا مشاہدہ اپنے درجات میں فرق رکھتا ہے۔

"حُسن کائنات کا جمالیاتی مشاہدہ، جو بنیادی طور پر حسی ہوتا ہے، انسان کے جمالیاتی ذوق کی تسکین کرتا ہے اور اسے جمالیاتی سُرور و سوز عطا کرتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کی زندگی میں از بس اہمیت رکھتا ہے، لیکن حُسنِ حقیقی کا مشاہدہ، جو نورِ حُسنِ قلب کا مرہون منت ہوتا ہے، اس سے اسی قدر افضل و اعلیٰ ہے جس قدر حقیقت مجاز سے اور خالق حقیقی اپنی مخلوقات سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حُسن اس کی طرح قدیم ہے، اس لیے لازوال و لافانی اور ابدی ہے۔ میرے نزدیک حُسن ہی ذاتِ الٰہی ہے اور جن حقائق کو انسان علم کی نسبت سے صفاتِ حسنہ (مثلاً جمال و جلال، حیات و قبولیت، نور و خوشبو، قدوسی و جبروت، عظمت و کبریائی وغیرہ وغیرہ سے تعبیر کرتا ہے، وہ اصل میں ذاتِ الٰہی کے اعیان ہیں۔"[۸]

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

اَحسَنَ کُلّ شئٍ خَلَقَهٗ (السجدہ 7:32)

"اس نے ہر چیز کو حسین بنایا جو اس نے تخلیق کی۔[۹]

اس آیت میں کائنات کے حسن کا بیان ہے اور اس ہمہ گیر حسن کے خالق و مالک کی حسن کی تخلیق سے محبت کا بھی بیان موجود ہے۔ گویا اس کائنات میں ہر شے حسین ہے جمیل ہے۔ اور اس کائنات کی ہر شے کو حسین بنانے کی وجہ ایک حدیث شریف میں موجود ہے۔

"اللهُ جميلٌ يَحبُّ الْجَمَال"[۱۰]

یعنی اس سے مراد یہ کہ چونکہ اللہ تعالیٰ خود حسین ہے، حسین ترین ہستی ہے۔ اسی لیے وہ حسن سے بھی محبت کرتا ہے۔ یہ حسن انسان کے اعلیٰ اعمال میں بھی موجود ہے۔ سوئے ہوئے بچے کے مسکراتے لبوں میں اور برف پوش وادیوں اور گہری اور خوبصورت جھیلوں میں بھی موجود ہے۔ اسی خوبصورت تخلیق میں "انسان" بھی شامل ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَ صَوَّرَ کُمْ فَاحْسَنَ صُوَرَ کُمْ (التغابن ۳:۶۴)

اور تمہاری صورتیں بنائیں تو کیا حسین صورتیں بنائیں!"

اس کے علاوہ سورہ الانفطار میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلذِی خَلَقُکَ فَسَوّٰکَ فَعَدلَکَ O فِیۡ اَیّ صُوۡرَۃٍ مَّاشَآءَ رَکَّبَکَO

"اس (باری تعالیٰ) نے تیری تخلیق کی (یعنی تیرا ہیولیٰ تیار کیا) پھر تیرے (عناصر) میں مناسبت وہم آہنگی حد کمال تک پیدا کی، پھر ان میں تناسب و اعتدال پیدا کیا، اس کے بعد جیسی شکل و صورت بنانا چاہی اس کے مطابق ترکیب دے دی۔"[۱۲]

سورۃ مریم میں انسان کو بہترین صورت میں تخلیق کرنے کا حوالہ موجود ہے، بقول ڈاکٹر نصیر احمد ناصر اس آیت میں خوبصورت مرد کے لیے بشر اًسوِیًّا کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

"فَارْ سَلْنَا اِلَیْھَا رُوحَنَا فَتَمثَّلُ لَھَا بَشراً سَوِیّا"

"چنانچہ ہم نے اپنی روح کو اس کی طرف بھیجا، تو وہ ایک خوبصورت راست قامت مرد کے روپ میں ظاہر ہوا۔"[۱۳]

محولہ بالا آیات میں وجود انسانی کی تخلیق سے لے کر اس کی صورت گری تک جن چار ارتقائی مرحلوں کا ذکر کیا گیا ہے، وہ یہ ہیں۔

اگر ہم سورت الانفطار کی آیات پر غور کریں تو انسان کی تخلیق کے مراحل نظر آتے ہیں پہلے انسان کا ہیولہ تیار کر کے تخلیق کے مرحلے پر لایا گیا پھر اس کے عناصر میں مناسب ہم آہنگی حد کمال تک پیدا کر دی اس کے بعد پھر خاکہ بنا کر ایک صورت بنائی گئی۔

گویا انسان کی تخلیق سے لے کر اس کو آخری حتمی حسین صورت دے کر اس دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ یہاں یہ نکتہ غور طلب ہے کہ انسان کی صرف شکل و صورت ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ قرآن میں ایک جگہ ذکر ہے۔

"لَقَدْ خَلَقْنَا الِانْسَانَ فِیۡ اَحْسَنِ تَقْوِیۡمِ (التین)

"بلاشبہ ہم نے انسان کی فطرت کو بہت ہی حسین بنایا ہے۔"[۱۴]

گویا حسن ازل نے اپنی پہچان کے لیے بھی حسین ترین مخلوق انسان بھی تخلیق کی۔ اسے قلب اور حواس جیسی نعمت سے نوازا۔ پھر ان کی جماعتیں بھی بنا دیں۔ مختلف گروہوں میں بھی تقسیم کر دیا۔ کسی کو صوفی بنایا، کسی کو شاعر۔ کسی کو مصور اور کسی کو فلسفی۔ سبھی ایک ہی منزل کے مسافر مگر جدا جدا راستوں پر گامزن، حسن ازل کی حقیقت پا لینے کی خواہش میں مسلسل سفر میں ہیں۔ گویا قلب انسانی بھی حسن ازل کا ایک نہایت مہین و صغیر سا حوالہ بھی بن گیا۔

حسن ازل کے جمالیاتی اظہار کو فلسفیوں کے نظریات قرآن پاک کی آیات اور حدیث کی روشنی میں دیکھنے کے بعد اُردو شاعری کی روایت میں اگر ہم دیکھیں تو اقبال نے حسن ازل کو مختلف طرح سے نظم کیا ہے۔ مثال کے طور پر نظم ”جگنو“ میں وہ لکھتے ہیں:

حسن ازل کی پیدا ہر چیز میں جھلک ہے
انساں میں وہ سخن ہے غنچے میں وہ چٹک ہے [۱۵]

گویا حسن حقیقی تمام مظاہرات میں موجود ہے خواہ وہ ایک غنچے کی چٹک کی معصوم سی آواز ہو یا کوئی کلام ہو یا کسی شاعر کا شعر ہو، اقبال کے نزدیک ہر ہر شے میں حسن ازل کی یعنی اللہ تعالیٰ کی جھلک موجود ہے۔

”نظم بچہ اور شمع“ میں وہ اس حسن کو بیان کرتے ہیں کہ اس حسن کو دیکھنے کے لیے دیدۂ بینا چاہیے۔ اگر وہ آنکھ دیکھ سکے تو ہر ہر قطرے میں حسن ازل موجود ہے۔ پہاڑوں کی ہیبت، طاقت اور خاموشی میں، رات کی سیاہی اور شام کی خوبصورت رنگت میں مصورِ اولیٰ و اعلیٰ کی مصوری دکھائی دیتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

محفل قدرت ہے ایک دریائے بے پایاں حُسن
آنکھ اگر دیکھے تو ہر قطرے میں ہے طوفانِ حُسن
حسن کوہستان کی ہیبت ناک خاموشی میں ہے
مہر کی ضوگستری شب کی سیہ پوشی میں ہے
آسمانِ صبح کی آئینہ پوشی میں ہے یہ
شام کی ظلمت شفق کی گل فروشی میں ہے یہ [۱۶]

مظاہر فطرت میں اللہ تعالیٰ کے حسن کی شہادتیں بیان کرنے کے بعد اقبال کی نظر ستاروں، کہکشاؤں تک جاتی ہے۔ فارسی زبان میں لکھی گئی نظم ”سرودِ انجم“ میں بھی ستارے کی زبانی اس کائنات کی حقیقت بتلائی گئی ہے۔ اس کا ماضی، حال اور مستقبل بتایا گیا ہے۔ ایسی وسیع و عریض کائنات میں تنہائی ایک ایسی ناگزیر شے ہے کہ اس سے فرار ناممکنات میں سے ہے۔ ستارہ بھی ایسی ہی تنہائی کا شکار ہے مگر اقبال اس تنہائی کو کسی بھی چیز کے وجود کے لیے بہت اہم قرار دیتا ہے۔

"سرودِ انجم" کے علاوہ نظم "بزمِ انجم" میں وہ حقیقی حسن یا حسن ازل کو ستاروں کی دلبری میں دیکھتے ہیں۔ نظم "بزم انجم" میں لکھتے ہیں:

حسن ازل ہے پیدا تاروں کی دلبری میں
جس طرح عکسِ گل ہو شبنم کی آرسی میں [۱۷]

آسمان کی سجاوٹ کے نگینوں کا ذکر کرنے کے بعد آگے چل کر وہ آسمان کے چاند کو شاعر کا دل اور چاندنی کو درد قرار دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

یہ چاند آسمان کا شاعر کا دل ہے گویا
واں چاندنی ہے جو کچھ یاں درد کی کسک ہے [۱۸]

اور پھر اس تمام کثرت کو وحدت میں پروتے ہوئے حسن حقیقی کا حسن توحید میں سمیٹتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

کثرت میں ہو گیا ہے وحدت کا راز مخفی
جگنو میں جو چمک ہے وہ پھول میں مہک ہے [۱۹]

اقبال نے حسن ازل کے پرتو کے جابجا حوالے دیئے ہیں اور اس کا فکر مسلسل ارتقاپذیر بھی رہا اور پھر وہ حقیقت مطلقہ یعنی حقیقت حسن کو ہی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ کی وحدت پر زور دینے لگا۔ میاں محمد شریف مقالات شریف میں لکھتے ہیں کہ:

"اب خدا کے حسن کی بجائے اُس کی وحدت پر زور دیا جا رہا ہے۔" [۲۰]

لہٰذا حسن سے بڑھ کر اب توحید پر ایمان رکھنے میں تمام تر حسن آن سمٹا ہے۔ اسی کے ذریعے انسان حسن ازل کا نظارہ کر سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کا قلب اللہ کی توحید پر ایمان لا چکا ہو۔ الغرض حسن ازل اپنا جمالیاتی اظہار ایسے قلب پر کرتا ہے کہ جو توحید پہ ایمان رکھتا ہے جسے کثرت میں وحدت دکھائی دیتی ہے اور جو زمین سے آسمان تک کا قلبی سفر کر چکا ہے۔

خلاصہ:

انسان ان دیکھے وجود کے خوف میں مبتلا ہو جانے کا عادی ہے۔ وقت کی لڑی میں پروئے ہوئے نظام شمسی، جہاں اسے حیران کرتا ہے وہاں ان دیکھے وجود کی خوبصورتی، اسکے حسن سے بھی متعارف کرواتا ہے۔ ماہر جمالیات ہوں یا ماہر فلکیات، شعراء ہوں یا فلاسفہ، انکے ہاں خدائے مطلق کے وجود کے بارے میں مختلف آراء کے باوجود، ایک خیال اگر مشترک ہے تو خدائے مطلق کا حسن و خوبی کا منبع ہونا ہے۔ ماہرین جمالیات، اس ذات کے مشاہدے کے لیے "جمالیاتی مشاہدہ" کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ جمالیات، حسن و فن کا علم اور نظری و عملی فلسفہ ہے، جسے مغربی علمائے جمالیات "فلسفہء زیبا" کہتے ہیں۔ آیک حدیث کے مطابق اللہ جمیل ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے۔ اس کائنات کے تمام مظاہر میں اسکی جھلک موجود ہے۔ اسکی تخلیقات میں خوبصورت

تخلیق انسان بھی ہے، جس کو اس نے مناسبت اور ہم آہنگی کے حد کمال کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ سورت "التین" میں انسان کی فطرت کے حسین ہونے کا بیان ملتا ہے۔ اردو شاعری کی روایت میں علامہ اقبال ایسا اہم فلسفی شاعر کہ جس نے حسن ازل کے جمالیاتی اظہار کو غنچے کی چٹک میں بھی دیکھا، انسان کے سخن میں بھی اور پھر چاند کی چاندنی میں بھی، اس چاندنی کو انسان کے درد، دل کی کسک کے مماثل بھی قرار دیا۔ پھر ان تمام مظاہر کی کثرت میں وہ وحدت دیکھتا ہے جو کہ اسے حسن ازل کی جانب لے جاتی ہے، وہ کہتا ہے کہ حسن ازل اپنا جمایاتی اظہار اگرچہ کائنات کی ہر شے میں کرتا ہے مگر اسکا جمالیاتی مشاہدہ وہی دل کر سکتا ہے کہ جو "توحید" پر ایمان رکھتا ہو۔

CC BY

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

۱۔ قاضی قیصر الاسلام، فلسفے کے بنیادی مسائل، نیشنل بک فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۳۶۸

۲۔ قاضی قیصر الاسلام، فلسفے کے بنیادی مسائل، نیشنل بک فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۳۶۹

۳۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، آرزوئے حسن، فیروز سنز، لاہور، س۔ن، ص ۱۶۲

۴۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، فلسفۂ "حسن"، فیروز سنز، لاہور، س۔ن، ص ۱۱۔۱۲

۵Jaffar, Saad, and Abdul Rasheed Qadri. "An Overview of Fundamental Articles in Talmūd (Mishnā) متن التلمود (مشنہ) کے اساسی مضامین کا اجمالی جائزہ." IHYA-UL-ULUM 20, no. 2 (2020).

۶۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، فلسفہ حسن، فیروز سنز، لاہور، س۔ن، ص ۹۶

۷۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، آرزوئے حسن، فیروز سنز، لاہور، س۔ن، ص ۱۶۳

۸۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، آرزوئے حسن، فیروز سنز، لاہور، س۔ن، ص ۱۶۴

۹۔ السجدہ ۳۲:۷

۱۱Jaffar, S. . (2023). ہدایا/تحائف کا تصور: اسلامی اور تالمودی تعلیمات کا تقابلی مطالعہ : The Concept of Gifts: A comparative study of Islamic and Talmudic teachings. International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, 3(2), 42–55. Retrieved from https://irjais.com/index.php/irjais/article/view/90

۱۱۔ التغابن ۶۴:۳

۱۲۔ الانفطار82: 8، 9

۱۳۔ مریم،۱۹۔۱۷

۱۴۔ الاعلیٰ ۸۷:۲

۱۵۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، جمالیات، ص ۶۶۔۶۷

۱۶۔ التین 95،4

۱۷۔ محمد اقبال، کلیات اقبال، طبع ہفتم، ۲۰۰۶ء، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ص ۱۱۱

۱۸۔ محمد اقبال، کلیات اقبال، طتبع ہفتم، ۲۰۰۶ء، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ص ۱۱۱

۱۹۔ محمد اقبال، کلیات اقبال، طبع ہفتم، ۲۰۰۶ء، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ص ۲۰۲

۲۰۔ میاں محمد شریف، مقالات شریف، بزم اقبال، کلب روڈ، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۱۷